خوابوں کی حقیقت

ابھی ابھی نیند کی دیوی نے مجھے اپنی مہربان آغوش میں لے کر میٹھے میٹھے سپنے دکھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کچھ لوگوں نے ایک شخص کو سامنے لاکر مارنا شروع کر دیا وہ چند لوگ جو مل کر کسی کو مار رہے تھے وہ نہ تو کالے حبشی تھے اور نہ ہی چٹی چمڑی والے انگریز لوگ بلکہ وہ لوگ عام رنگ و روپ رکھنے والے اور درمیانی عمر کے لوگ تھے جو نہ تو موٹے تھے نہ ہی بہت دبلے پتلے بس عام صحت مند افراد تھے اور جس شخص کو مارا جا رہا تھا وہ بھی ان کے جیسا ہی رنگ روپ رکھتا تھا ہاں جسم کچھ بھرا بھرا تھا اور رنگ ذرا صاف یہ بات تو یقینی تھی کہ ان لوگوں کا گروپ جو اس شخص کو مار رہے تھے اس شخص کو ہرگز ہرگز زندہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے ۔ یہ ان کا حتمی فیصلہ تھا کہ اس شخص کو قتل کر کے ہی دم لیں گے اور یہ بات بھی یقینی تھی کہ میں ان لوگوں میں سے کسی کو بھی پہچانتی تک نہ تھی ۔

مگر یہ ہولناک منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی اور میں بستر پر ہی لیٹے لیٹے سوچتی رہی کہ وہ کون لوگ تھے ؟ جو اقدام قتل کر رہے تھے اور وہ شخص کون ہو سکتا ہے جسے قتل کیا جا رہا تھا پھر نجانے کب مجھے نیند نے آ لیا اور میں خواب غفلت کے مزے لیتی رہی ۔ صبح گھریلو مصروفیات کی نظر ہو گئی ۔ بوقت ظہر ابھی ابھی نماز سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھی ۔ کہ شازیہ آ گئی اس کا کہنا تھا کہ فلاں فیملی کا ایک فرد گم ہو گیا ہے اور ان کے گھر آیات کریمہ پڑھنے جانا ہے تم بھی ساتھ چلو ۔

میں نے قرآن مجید کو جزدان میں لپیٹ کر اوپر کے شیلف میں رکھ دیا اور شازیہ کے ساتھ چل دی ۔

مجھے بتایا گیا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو کہا تھا کہ میں آدھے گھنٹے میں لوٹ کر کھانا کھاؤں گا پہلے جا کر کرایہ دار سے کرایہ کی رقم وصول کر لوں ۔ ورنہ یہ گورے لوگ جوئے شراب میں رقم اڑا دیتے ہیں کیونکہ آج اس کرایہ دار کو بیکاری الاؤنس ملا ہو گا اس سے پہلے کہ وہ رقم ضائع کر لے میں جا کر اسے پکڑ لیتا ہوں تب تو کرایہ مل جائے گا تم چپاتیاں بناؤ میں ابھی گیا اور ابھی آیا ۔

بیوی کھانا بنا کر انتظار کرتی رہی مگر اسے نہ آنا تھا نہ ہی وہ لوٹ کر آیا ۔ یہاں تک کہ گزرتے گزرتے پورا ایک گھنٹہ گزر گیا ۔ تو بیوی نے اپنے بیٹوں بھائیوں بہنوئیوں جیٹھوں نندوئیوں یعنی اپنے تمام عزیزوں کو جلدی جلدی فون کر کے مطلع کر دیا

کہ میرا شوہر آدھے گھنٹے کا کہہ کر گیا تھا کہ میں فلاں گھر سے کرایہ لے کر آتا ہوں مگر اب ایک گھنٹہ ہو چکا ہے وہ نہیں لوٹا جبکہ اس کا فون بھی خاموش ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی سب عزیز و اقارب اپنی اپنی گاڑیاں لے کر اسے ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔

اس کرایہ دار کے گھر سے بھی پوچھ گچھ کی گئی اس کے علاوہ گھر کی اچھی طرح تلاشی بھی لی گئی مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔ کرایہ دار کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے کرایہ لے کر یہاں سے چلا گیا تھا۔ اب یہ مجھے نہیں پتہ کہ وہ گھر کیوں نہیں پہنچا اور گھر کے بجائے کدھر چلا گیا ہے۔

پورے شہر میں اس کے تمام رشتے دار اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جب کچھ پتہ نہ چل سکا تو پولیس کو بتایا گیا کہ اسے گم ہوئے پورے تین گھنٹے ہو چکے ہیں اس کی گاڑی کا نمبر اور ماڈل رنگ وغیرہ بھی بتایا گیا۔ مگر پولیس کا کہنا تھا

کہ جب تک چوبیس گھنٹے نہ گزر جائیں قانون اسے گمشدہ تسلیم نہیں کرتا جبکہ اس کے رشتے داروں کا اصرار تھا کہ اسے کوئی بڑا حادثہ پیش آچکا ہے۔ اس کا فون بھی خاموش ہے آپ رپورٹ درج کر کے جلدی اس کی تلاش شروع کر دیں۔ مگر پولیس کا کہنا تھا کہ ممکن ہے وہ خود ہی کسی دوست کے گھر جا کر بیٹھ گیا ہو اور دانستہ فون کا جواب نہ دیتا ہو۔ آپ لوگ جائیں اگر چوبیس گھنٹے تک وہ گھر نہ لوٹے تو پھر آ کر رپورٹ درج کرا دینا پھر ہم کاروائی کریں گے۔

جس فیملی کا بندہ غائب ہوا تھا ان کے کم از کم ایک سو گھر تو میرے شہر میں رہتے بستے تھے باقی دوسرے شہروں اور ملکوں میں تھے ہر ملک میں اور ہر جاننے والے کو اس کی گمشدگی کی خبر کر دی گئی تھی۔

گھر گھر آیات کریمہ پڑھا جا رہا تھا اور ان لوگوں کے تمام مرد لوگ ٹولیوں میں بٹے اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ سب کی حالت دیوانوں کی سی ہو رہی تھی۔

دوسرے دن پولیس نے بھی رپورٹ درج کر کے تلاش اور تفتیش شروع کر دی تھی تیسرے دن ہیلی کاپٹر بھی تلاش میں شامل کر لیا گیا اور آخر کار ہیلی کاپٹر نے اس کی کار کی نشان دہی کر دی۔ اور پولیس نے کار کی بوٹ میں سے لاش کے ٹکڑے برآمد کر ہی لئے۔ مقتول کی ٹانگیں بازو دھڑ سب الگ الگ کر کے کار کی ڈگی میں بھر دیئے گئے تھے مگر لاش کا سر غائب تھا اس لئے سر کی تلاش کے لئے پورے علاقے کی ناکہ بندی کر کے

پولیس نے کونسل والوں کو مطلع کر دیا کہ اس علاقے میں قتل ہو گیا ہے اور مقتول کا سر ملنے تک اس علاقے سے کوڑا کرکٹ نہیں اٹھایا جائے گا سارے علاقے کے کوڑے کی چھان پھٹک کی گئی تو ایک کوڑے کے ڈھیر سے پلاسٹک کے کالے بیگ میں بند سر بھی مل گیا۔ اتفاق سے ان چند دنوں میں اچھی خاصی گرمی رہی تھی۔ اسی لئے لاش کے تمام ٹکڑے اور سر بھی ایل کر کافی پھول چکے تھے۔ اور شدید بدبو پیدا ہو چکی تھی اس لئے اس کی لاش کسی کو بھی دکھائی نہیں گئی تھی۔ صرف اس کے خاندان کے قریبی عزیز بھائی بیٹے وغیرہ مردوں نے لاش کو شناخت کر لیا اور کفن دفن کر دیا گیا۔ بعد میں قانونی کارروائی کی الگ کہانی چلتی رہی۔ مگر مجھے حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ میں تو ان لوگوں کو جانتی تک نہ تھی۔ نہ ہی کبھی میرا ان کے گھر جانا آنا ہوا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھے ان میاں بیوی کے گھر کا نام بھی معلوم نہیں تھے پھر ان اجنبی لوگوں کے حالات بلکہ وجود سے بھی لاعلم ہوتے ہوئے مجھے اس کے قتل کا منظر تفصیلاً کیوں دکھایا گیا؟ اس قتل کی کہانی چار سال پرانی ہو چکی تھی کہ آج پھر مجھے خواب میں یہ منظر دکھایا گیا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں لمبی چھری ہے وہ شخص بڑا ہی وحشتناک حال حلیہ رکھتا ہے اور اس کے مقابل بھی کوئی ہے جس کا چہرہ واضح نہیں کیا گیا تھا مگر اس کے پیٹ پر قریب قریب ایک قلم برابر تازہ زخم کا نشان ظاہر کرتا ہے کہ مریض کا میجر آپریشن چند دن قبل ہی ہو چکا ہے اور قاتل نے بھی چاقو دائیں ہاتھ میں ہی پکڑ رکھا تھا جس سے وہ مقتول کے آپریشن شدہ حصے پر وار پر وار کئے جا رہا تھا مجروح کی چیخ و پکار سنتے ہی میری نیند ختم ہو گئی میں گھبرا کر جاگ اٹھی میرا وجود پسینے میں شرابور تھا دل کی بھی عجیب حالت تھی یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اب مجھے کس کے قتل کی اطلاع دی جا رہی ہے؟ وہ کون لوگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ میرا ان سے کیا تعلق؟ میں مقتول کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟ اور میں مقتول کو کہاں ڈھونڈوں؟ کہاں ہے وہ؟ میرے ذہن میں کتنے ہی سوال ابھرتے رہے اور میں کلمہ طیبہ بھی ورد رکھ پڑھتی رہی یوں ہی پڑھتے پڑھتے نجانے کب تکیہ کی گود میں منہ چھپا کر سپنوں میں کھو گئی۔ سو کر اٹھی تو میرے ذہن میں پھر وہی مناظر اور کتنے ہی سوال بھی گردش کر رہے تھے۔ کہ نوشابہ کا فون آ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی ہم لوگ شام کو فلاں علاقہ میں فلاں فیملی کے گھر افسوس کرنے جا رہے ہیں تم بھی جانا چاہو تو ساتھ لیتے جائیں گے۔ اس پر

میں نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے مغرب پڑھ کر شام ہوئے میں تیار رہوں گی تم مجھے ساتھ لیتی جانا۔ بہت اچھا کہتے ہوئے توشابہ نے فون رکھ دیا۔
ہم لوگ مقتولہ کی فیملی کو صرف اس حد تک ہی جانتے تھے کہ کبھی مسجد میں کوئی جنازہ وغیرہ ہوتا تو وہاں پر ان لوگوں سے بھی آمنا سامنا ہو جاتا یا کہیں کسی کے گھر قرآن خوانی کی محفل میں سلام کلام ہو جاتا تھا۔ ہاں مقتولہ کی پھوپھی چند سالوں تک مسجد میں بچوں کو اردو پڑھانے آیا کرتی تھی تو مسجد سے فارغ ہو کر میرے گھر ضرور آیا کرتی تھی اس طرح ہر ہفتے اور اتوار کے روز دوپہر کا کھانا ہم اکٹھے بیٹھ کر کھایا کرتی تھیں ساتھ ساتھ کچھ گپ شپ بھی چلتی رہتی تھی۔
مقتولہ کی پھوپھی صائقہ چند سالوں سے مسلسل یوں ہر ہفتے اتوار میرے گھر آتی مجھ سے ملتی پھر جب صائقہ کے بہنوئی اور بہن اپنے بچوں کے ساتھ یہاں ایک سال تک آ کر رہے تب تو ہر شام ہی وہ لوگ میرے گھر گزارا کرتے تھے صائقہ میرے گھر سے بہت دور رہا کرتی تھی اس لئے میں کبھی اس کے گھر نہیں گئی تھی کیونکہ بزنس کی ساری ذمہ داریاں میرے سر پر تھیں اس پر مجھے کار چلانی بھی نہیں آتی میرا گھر چار منزلہ تھا میں نے دو حصے بزنس کے لئے وقف کر رکھے تھے اور دو حصوں میں رہائش تھی مختلف فرموں کو فون پر آرڈر کر دیتی اور وہ مال ڈلیور کر دیتے اور پھر مال تیار ہوتے پر گاہک حسب ضرورت مال خرید کر لے جاتے تھے۔ یوں مجھے کار چلانی سیکھنے کی یا کہیں جانے آنے کی فرصت ہی نہ ملتی تھی ویسے بھی صائقہ میرے گھر کتنے سالوں سے آتی جاتی تھی مگر کبھی مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی
یوں تو صائقہ میرے علاقے میں روز ہی آتی اور مجھ سے ملنے بھی ضرور آیا کرتی۔ گوشت سبزی خریدتا ہو یا کھلا کپڑا یا پھر کوئی زیورات بھی ان لوگوں کو اس علاقے سے ہی مل سکتا تھا اسی لئے لوگ اس علاقے کو لاہور کی انارکلی کے نام سے یاد کرتے اس لئے صائقہ ہر روز خرید و فروخت کرنے میرے علاقے میں ضرور آتی اور دو۔ ایک گھنٹے میرے گھر پر گزار جاتی حالانکہ کاروباری زندگی سے ہر روز ایک دو گھنٹے میمانداری کے لئے نکالنا میرے لئے آسان کام نہیں تھا مگر پھر بھی صائقہ اور اس کی بہن جب بھی جتنے بھی افراد خانہ کو لے کر آ دھمکتی میں کھلے دل اور خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہتے ہوئے خاطر تواضع کیا

کرتی جبکہ صائقہ نے کبھی بھی اپنے گھر لے جانے کی خواہش کا
اظہار نہیں کیا تھا - اسی لئے میں نہیں جانتی تھی کہ اس کی بھابھی بھی
پاکستان سے بیاہ کر اس کے پڑوس میں ہی آ بسی ہے جس کا شوہر
بھی ان کا اپنا ہی کزن تھا - ان کی شادی کو قریب قریب تین سال
ہوئے تھے - اور دو ہفتے قبل اس لڑکی کا میجر آپریشن ہوا تھا
اور پہلی بیٹی پیدا ہوئی تھی - اپنی بیٹی کی پیدائش پر صفیہ بہت
خوش تھی مگر اس کا شوہر وسیم شدید ندامت محسوس کر رہا تھا
وہ پریشان تھا کہ بیٹی کی ذات تو دنوں میں جوان ہو جائے گی
اور پھر اس کی شادی کرنی پڑے گی اس طرح وسیم کی بیٹی کسی کی
بیوی بنکر رہے گی اور یہ سوچ کر ہی وسیم کی غیرت جوش میں آ جاتی تھی
بھلا یہ بے عزتی وسیم کی غیرت کیونکر برداشت کر پائے گی وسیم یہ سوچ
سوچ کر پاگل ہو چکا تھا اس نے طے کر لیا کہ اس بے غیرتی سے اچھا ہے کہ
ان ماں بیٹی کو قتل کر کے خود سولی چڑھ جائے سارا قضیہ ہی ختم
کر دیا جائے - صفیہ کو ہسپتال سے گھر آئے آج چوتھا دن تھا
صائقہ اور صفیہ کے ایک دوسری سے پچھواڑے گھروں کے دروازے
آمنے سامنے ہی تھے اس لئے دونوں پھوپھی بھتیجی نے جب بھی کچھ دینا
لینا ہوتا تو ایک دوسری کو فون کر لیتیں کہ ذرا دروازے پر
آنا - یوں پھوپھی بھتیجی ایکدوسری کو دیکھ کر بات چیت کر کے جو دینا
لینا ہوتا کر لیتیں کچھ گھریلو مسائل بھی زیرِ غور ہو جاتے اور ملاقات کا وقت بھی طے
پاتا آج صبح بھی پھوپھی بھتیجی نے بات چیت کی اور صائقہ نے سالن کا
ڈونگا بنا کر صفیہ کو دیا تھا کہ آپریشن کے بعد ابھی تمہیں کم از کم
سالن نہ بنانا پڑے گا - صفیہ نے اپنی پھوپھی کا شکریہ ادا کیا پھر
سلام دعا کے بعد اپنے اپنے گھروں میں مصروف ہو گئیں -
صفیہ کا شوہر وسیم گھر سے کام پر جا چکا تھا - صفیہ کا بھائی
یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور بہن بہنوئی کے ساتھ ہی اسی
گھر میں رہتا تھا جبکہ صفیہ کے والدین پاکستان میں رہتے تھے -
صفیہ نے اپنی بچی کو دودھ پلاتے ہوئے ہی اپنے بھائی کو
خدا حافظ کہا ابھی بچی کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ خود بھی
ناشتہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ وسیم گھر میں داخل ہوا
حالانکہ اگر وسیم کام پر گیا ہوتا تو شام کو گھر لوٹتا مگر شائد
آج وہ کام پر گیا ہی نہیں تھا اور باہر ہی کہیں چھپ چھپا کر صفیہ
کے بھائی کا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ یونیورسٹی جائے اور کب

وسیم گھر میں آکر اپنا کام نمٹائے۔ جب صفیہ نے دیکھا کہ خلاف معمول وسیم گھر لوٹ آیا ہے۔ تو صفیہ فکر مند ہو کر سوال کرنے لگی کہیں نصیب دشمناں طبیعت تو ناساز نہیں ہو گئی کہ گھر واپس لوٹ آئے ہو؟ خیریت تو ہے ناں؟ مگر خیریت ہی تو نہیں تھی وسیم جلاد نجانے کب سے کیا کچھ پروگرام بنا رہا تھا وسیم نے ایک لمبا چاقو بھی خرید لیا تھا تاکہ وہ آسانی سے اپنا کام نمٹا سکے۔ وسیم نے اب اس بڑے اور لمبے چاقو سے صفیہ کے پیٹ پر جہاں آپریشن ہوئے ابھی دو ہفتے ہوئے تھے اس حصے پر وار پر وار کرنے شروع کر دیئے صفیہ کا پیٹ تو ابھی ٹھیک سے جڑا بھی نہیں تھا کہ چاقو کے سخت وار لگتے ہی کھل گیا اور بیچاری صفیہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے پیٹ سے نکلتی انتڑیوں کو دونوں ہاتھوں میں سنبھالے اوپر کو بھاگی تاکہ باتھ روم میں جا کر اندر سے کنڈی لگا لے تو شائد جان بچ جائے

مگر وسیم پر خون سوار تھا اس نے بھاگ کر اسے پکڑ لیا اور کنڈی لگانے کا موقع ہی نہیں دیا باتھ روم میں ہی چاقو مار مار کر صفیہ کا کام تمام کر دیا وہ چاقو مارتے ہوئے چلا رہا تھا تم نے لڑکی کو جنم دے کر میرا سر نیچا کر دیا ہے تم میری مجرم ہو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ مار دونگا باتھ روم سیڑھیاں راہداری اور نیچے کا کمرہ ہر طرف خون بکھرا ہوا تھا وسیم کے اپنے کپڑے بھی خون سے تر بتر تھے

کیونکہ صفیہ سے خون کا فوارہ اچھل اچھل کر وسیم کے کپڑوں پر گلکاریاں کر رہا تھا اس شور شرابے کی وجہ سے پندرہ دنوں کی ننھی جان خوف زدہ ہو کر رو رہی تھی چلا رہی تھی وسیم نے اس روتی بلکتی بچی کو دروازے کے باہر رکھ دیا تاکہ کوئی کتا یا بلی اس بچی کو بھنبھوڑ کھائے خواہ کوئی اسے اٹھا کر لے جائے وسیم گھر کا دروازہ بند کر کے گلی میں بھاگا جا رہا تھا۔ نجانے اس کا کیا پروگرام تھا اس نے کہاں جا کر چھپنا تھا۔ مگر کسی انگریز عورت نے دیکھ لیا اور پولیس کو فون کر دیا کہ ایک شخص خون آلود چھری ہاتھ میں لئے خود بھی خون میں لتھڑا ہوا ہے اور گلی میں بھاگا جا رہا ہے لگتا ہے قتل کر کے بدحواسی میں بھاگ رہا ہے پولیس نے فوراً اس علاقے کی ناکہ بندی کر کے اس قاتل مجرم کو چاقو سمیت

پکڑ لیا۔ اور اس کی بچی کو پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔
ادھر گھر کے اندر صفیہ کی لاش مظلومیت کی تصویر بنی پڑی تھی
دورانِ تفتیش پولیس نے وسیم سے قتل اور جھگڑے کی وجہ پوچھی
تب یہ عقدہ کھلا کہ یہ اس عظیم شخص کی غیرت کا معاملہ تھا
تفصیل میں جانا اس نے ضروری نہیں سمجھا اور کبھی وہ سرے سے اس
بات سے انکار کر دیتا کہ اس نے کوئی قتل کیا بھی ہے یا نہیں کیا۔ عدالت
میں بھی وسیم اپنے بیان سے قطعی منحرف ہو گیا مگر پولیس کے شواہد
کی بنا پر وسیم کو پانچ سال قید ہو گئی جب کہ وسیم تقریباً پونے تین
سال بعد رہا ہو چکا تھا۔ اس ننھی بچی کو پاکستان اس کے ننھیال کے
حوالے کر دیا گیا تھا اب تو بچی سکول شروع کر چکی ہو گی بیچاری
معصوم بچی۔ ماں باپ کی محبت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی تھی
اس کے بعد چونکہ میں نے گھر تبدیل کر لیا تھا اس لئے میری اور صائقہ
کی راہیں تبدیل ہو گئیں پھر صائقہ کا میرے گھر آنا جانا بھی نہ
ہو سکا کبھی کبھار اگر کسی محفل میں آمنا سامنا ہو بھی جائے تو
اس بچی کے بارے میں پوچھنے کا موقع نہیں ہوتا تھا۔
یوں تو سنا تھا کہ بچی کی اپنی ننھیال کافی خوش حال ہے امید ہے
وہ خوش حال گھرانہ اس معصوم بچی کو کسی چیز کی کمی نہ محسوس
ہونے دیگا یہ تو صرف میری خوش گمانی ہے کیونکہ یہ نفسا نفسی کا دور ہے
حالانکہ لاکھ رشتے ناطے ہوں اپنے گھر اور پرائے گھر میں فرق تو ہوتا
ہی ہے اور اپنی ماں تو اپنی ماں ہوتی ہے اس کی کمی تو بچی
کو ضرور محسوس ہوتی ہو گی جب کہ باپ ملعون تو جیتے جی
مر چکا ہے اس کا ہوتا تو کسی کام کا نہیں ہے وہ جیل سے رہا
تو ہو ہی گیا ہے مگر بچی کو باپ کا ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا یہ سب
کچھ اپنی جگہ درست مگر جن لوگوں سے میرا کوئی ربط ضبط نہ
رہا تھا مجھے ان کے نام تو کجا ان کے وجود کا بھی کچھ علم نہ تھا
میں وسیم یا صفیہ کو جانتی یا پہچانتی بھی نہ تھی میرے ساتھ ان
لوگوں سے روحانی تعلق کا بھی کوئی امکان نہیں ہو سکتا تھا پھر ان
کے گھریلو معاملات اور ان لوگوں کے حالات کی اطلاع بذریعہ خواب
مجھے کیوں دی گئی۔ مجھے کیوں دکھایا اور بتایا گیا کہ وسیم صفیہ کو
قتل کر رہا ہے آخر کیوں؟ مجھے کون بتلائے؟ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
یہ معمہ کیسے حل ہو؟ چند ہفتے بعد آج پھر نجانے وہ کون تھا

جس کی خبر مجھے دی جا رہی تھی - یا اللہ مجھے انجانے لوگوں کی زندگی اور موت سے کیا فائدہ یا نقصان اور مجھے ان لوگوں سے کیا مطلب ؟ یہ کون لوگ ہیں جو میری نیندوں میں خلل ڈالنے چلے آتے ہیں ؟

اس وقت میرے پیش نظر ایک ایسی بلڈنگ ہے جس کے کافی حصے پر لوہے کے موٹے بار اس طرح لگائے گئے ہیں جیسے کہ اس بلڈنگ کی صفائی اور مرمت کا کام چل رہا ہو اور راہ گیروں کو یہاں سے بچ کر گزرنا چاہیئے - کونسل والے پرانی بلڈنگ کی صفائی یا مرمت کے دوران ایسے ہی لوہے کے موٹے ڈنڈے استعمال کرتی ہے تاکہ مزدور اوپر کے حصے پر چڑھ کر کام کریں تو پاس سے گزرتی پبلک کو کسی حادثے سے دوچار نہ ہونا پڑے بہرحال اس وقت وہاں پر کوئی مزدور کام نہیں کر رہا تھا یہ غالباً کوئی شراب خانہ تھا یا پھر جوا خانہ جہاں پر ہر قسم کے غلط کام ہوتے ہیں یہ رات کا وقت تھا اور کسی نے اس بلڈنگ کی اوپری منزل سے کسی کو قتل کر کے دوسری طرف سے لا کر کہیں رکھ دیا ہے - مجھے جو خانہ کلب کے قاتل اور مقتول کی شکلیں نہیں دکھائی گئیں میں نہیں جانتی وہ کون ہیں اور مقتول کو کس نے کہاں رکھ دیا ہے -

اس کے بعد مجھے خواتین کے بین کرنے کی آوازیں سنائی دیں مگر وہ کون خواتین ہیں اور کہاں جمع ہو کر بین کر رہی تھیں مجھے اس کی بھی خبر نہیں دی گئی

ہاں جب خواتین نے چیخ و پکار کی تھی تو ایک مردانہ بھرائی ہوئی آواز سنائی دی کہ وہ تو شہید ہوا ہے - اس لئے رونا نہیں چاہیئے اس لئے سب رونا بند کردو - وہ کہہ رہا تھا سب خاموش ہو جاؤ -

اس کے بعد میری نیند اچاٹ ہو گئی چند گھنٹے جاگتی رہی درود پاک پڑھتی اور سوچتی رہی پھر نجانے کب میں سو گئی تھی - صبح اٹھ کر بھی سارا دن ان سوچوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا یا اللہ کس کی شہادت ؟ کہاں ؟ اور کب ؟ مجھے کون بتلائے ؟ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے ؟

اب جب بھی فون کی گھنٹی بجتی مجھے یہی خیال گزرتا کہ شائد کوئی مجھے کسی فوتگی کی اطلاع دے یا پھر کسی کے جنازے پر ساتھ لے کر جانا ہوگا مگر دو دن گزر گئے - مجھے کسی کی موت کی اطلاع نہیں مل سکی مگر تیسرے دن خبر ملی کہ فلاں علاقے میں کسی کا جوان بیٹا گم ہو گیا تھا وہ لوگ لڑکے کو ڈھونڈتے رہے مگر اس کا پتہ ہی نہ چل رہا تھا - اس کے گھر والوں کا خیال تھا کہ کسی دوست کے گھر جا کر رہ رہا ہے اور فون کا بھی جواب نہیں دے رہا ہے جب کہ تمام دوستوں کا کہنا تھا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ

وہ کہاں ہے۔ تیسرے دن ماں نے بیٹی سے کہا کہ تم پھر سے اپنے بھائی کو فون کر کے دیکھو شائد وہ فون کا جواب دے دے تو اس کی خیر خیر تو مل سکے۔ لڑکی نے فون کا نمبر ملایا اور جواب کا انتظار کرتے ہوئے سیڑیاں چڑھتی اوپر اپنے بھائی کے کمرے پاس سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے رک گئی اسے لگا فون کی گھنٹی بھائی کے کمرے سے سنائی دے رہی ہے۔ اس نے ماں کو بتایا کہ شائد بھائی اپنا فون اپنے کمرے میں ہی بھول گیا ہے یا جان بوجھ کر چھوڑ گیا ہے
ماں نے کہا رات کو جب سب سو رہے ہونگے کیا خیر وہ بھی چپکے چپکے رات میں آکر اپنے کمرے میں سو گیا ہوگا اب اتنا دن چڑھ آیا ہے تم اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر اسے اٹھاؤ۔ دو تین بار اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اسے آوازیں دی گئیں مگر جواب ندارد
اب گھر والوں نے سوچا کہ لڑکا اپنا فون اپنے کمرے میں چھوڑ کر تالا لگا کر چلا گیا ہوگا۔ چوتھے دن مشورہ کیا کہ دروازہ توڑ کر اندر جا کر دیکھنا چاہیئے۔ مگر یہ ڈر بھی تھا کہ گھر آکر لڑکا ناراض ہوگا کہ میرے کمرے کا دروازہ کیوں توڑا؟ اور میرے کمرے میں تم لوگ کیوں گئے؟
بہت سوچ بچار کے بعد ایک رشتے دار کو کہا کہ تمہارے گھر میں بڑی سیڑھی ہے تم وہ لے آؤ اور کمرے کی کھڑکی سے جھانک کر اگر دیکھ سکو تو پتہ چلے کہیں لڑکا اپنے کمرے میں بیہوش تو نہیں پڑا؟ یا پھر اپنے کمرے میں ہے بھی یا نہیں۔
جب سیڑھی لگا کر دیکھا گیا تو وہ لڑکا زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا نظر آیا اور اس کی ایکسر سائز کرنے کی بھاری مشین اس کے اوپر پڑی تھی۔ اتنے وزن سے اس کی موت واقع ہو چکی تھی پولیس کا خیال تھا کہ شائد ویٹ لفٹنگ کرتے ہوئے حادثہ پیش آگیا ہوگا۔ جس کے باعث موت واقع ہوگئی ہوگی۔ جب کہ بظاہر کوئی زخم بھی نظر نہیں آرہا تھا نہ ہی کسی چوٹ کا کوئی نشان نظر آیا۔ مگر وہ زندہ نہیں رہا تھا۔ اسے ہارٹ اٹیک بھی نہیں ہوا تھا اس کی موت کب ہوئی؟ کیسے ہوئی؟ کچھ ٹھیک سے پتہ نہ چل سکا۔ مگر میرے دل کو مکمل یقین ہے کہ اسے ڈرگ ڈیلر جرائم پیشہ افراد نے قتل کر کے قتل کو حادثہ ظاہر کرنے کے لئے لاش کو لا کر اس کے کمرے میں ڈال دیا ہوگا جب کہ موت مجرموں کے اڈے پر کسی کلب یا پب (شراب خانہ جوا خانہ) وغیرہ میں ہوئی ہوگی۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس لڑکے کی موت کا سبب کیا ہے یہ سوال کہ موت کب کہاں اور کیسے ہوئی مجھے تو اس بات سے حیرت ہے کہ ان اجنبی افراد کے بارے میں مجھے کس واسطے سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے؟

جب کہ ان حادثات واقعات یا قتل و خون میں ملوث افراد سے میرا
بظاہر کچھ بھی واسطہ یا تعلق نہیں ہے یوں بھی وہ سارے ہی کردار
میرے لئے سو فیصد انجان اور اجنبی ہیں اور پرائے ہیں۔

قارئین کرام پر یہ بات واضح کردوں کہ یہ صرف خیالی کہانیاں نہیں
ہیں بالکل سچے واقعات ہیں جن میں نام اور مقام کے ردوبدل
کردیئے گئے ہیں تاکہ ان لوگوں کی شناخت نہ ہوسکے

1

بربادِ محبت

دشتِ غم میں بھی تیری یاد میرے ساتھ رہی
عشق تنہا تھا مگر بے سر و سامان نہ تھا

وہ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے چپ چاپ کھڑی ایسے لگ رہی تھی جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ۔۔۔ اس کے اداس اور معصوم سے چہرے پر دکھ کی ابھرتی لکیریں اور ریشمی پلکوں پر لرزتے آنسو اس کے زرد چہرے کو اور بھی زرد بنا رہے تھے۔ دل کے سمندر میں یادوں کا مد و جزر ایک محشر بپا کر رہا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے اس کے پردۂ ذہن پر ابھرنے لگے۔ سب سے پہلے شانی کا شاداب چہرہ اسے نظر آیا جس کو دیکھتے ہی وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ اٹھی۔ پھر اسے وہ دن یاد آئے جب وہ اپنے والدین کی عزت و ناموس کی خاطر اپنی ہر خوشی اور ہر آرزو کا گلا گھونٹ کر رسم و رواج کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنی مسرتوں کو اپنی آنکھوں سے لٹتے دیکھا تھا مگر زبان پر خاموشی کی مہر لگائے رکھی اور اف تک نہ کی تھی۔ ہاں مگر حالات کی تلخیوں سے گھبرا کر پہروں اپنے کمرے میں بند پڑی سوچا کرتی تھی اور پھر بے بسی سے اپنا سر تکیہ پر پٹک دیتی۔ اس سے زیادہ وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟ اپنی مجبوری اور بے بسی پر سرد آہ بھر کر رہ جاتی تھی پھر اس کے ذہن میں ایک اور تصویر ابھری یہ سفید دوپٹے کے ہالے میں باوقار سنجیدہ مہربان اور شفیق چہرہ اس کی اپنی امی جان کا تھا اس کی امی جنہوں نے اس کی زندگی کو بہاروں میں بدلنے کی انتھک کوشش کی تھی۔ امی جو اس کے دکھ کو محسوس کرتی تھیں انہوں نے اس کے پیارے نقموں کو جاوداں بنانے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔ مگر ابو کے سامنے ان کی ایک بھی نہ چل سکی تھی۔ ابو کی کرجتی برستی شخصیت کے سامنے امی دم سادھ لیتی رہی جیو حزن و ملال کی جیتی جاگتی تصویر بن کر رہ گئی تھی اس کے شفق رنگ چہرے پر زردی پھیل چکی تھی۔ ہونٹ سفید پڑ گئے۔ اور اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بن گئے۔ اس کی گرتی صحت کو دیکھ کر اور آنکھوں میں ہر وقت روشن رہنے والی قندیلوں کو دیکھ دیکھ کر امی تو سرد آہیں بھر کر رہ جاتیں۔۔۔ مگر ابو نے یہ سب دیکھ کر بھی اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔ ابو کے اس جابرانہ رویہ نے کئی بار اس کو بغاوت پر اکسایا تھا۔ اکثر اس نے اپنے ابو کے لئے اپنے دل میں میل سی محسوس کی تھی۔ مگر مشرقی لڑکی تھی دکھ پی گئی خاموش ہو کر رہ گئی۔ سوائے اندر ہی اندر سلگتے رہنے کچھ نہ کر پائی۔ ہاں مگر بن موسم برسات کی عادی آنکھوں پر اسے اختیار نہیں تھا۔ آخر کار دو ماہ بعد گھر میں شادی کا جشن خوب دھوم دھام

سے منایا گیا۔ رات رات بھر لڑکیاں بالیاں ڈھولک پیٹتیں اور اس طوفانِ
بدتمیزی میں رخی اپنا سر پٹک پٹک دیتی مگر اس کے بس میں کچھ بھی
تو نہ تھا۔ وہ اپنا خود کا تماشا اپنی پرنم آنکھوں سے دیکھنے پر مجبور
کر دی گئی تھی اور رخی پر یہ ظلم و جبر کرنے والے کوئی غیر نہیں
تھے بلکہ اس کے اپنے ابو ہی تھے۔ ابو جنہیں وہ اپنا مہرباں محافظ سمجھتی تھی۔
بارات کی آمد آمد تھی رنگین قمقمے جھلملا رہے تھے۔ ہر طرف خوشبو اور
روشنی کا سیلاب امڈا ہوا تھا لڑکیاں ڈھولک پر گیت الاپ رہی تھیں
ڈھولک کی ہر تھاپ رخی کے سر پر ہتھوڑے برسا رہی تھی بظاہر رخی صبر
کی چٹان بنی بیٹھی تھی سہیلیاں لالہ رخ کو عروسی جوڑے میں سجی
ہوئی بنی ٹھنی دلھن بنا کر گہنوں سے لاد رہی تھیں سرخ زرتار جوڑے
میں ملبوس تمام زیوروں سے لدی سکھیوں کے درمیاں گھری بیٹھی دلھن
رخی کے ماتھے پر جھومر لگاتے ہوئے سکھیاں شاہد کے نام پر چھیڑ
چھاڑ کر رہی تھیں مگر رخی سب باتوں سے لاتعلق بجھی بجھی سی تھی۔
رخصتی کے وقت لڑکیوں نے اس قدر سوز و درد بھرے الوداعی گیت گائے
کہ خواتین تو خواتین مرد حضرات بھی اشک برسانے لگے تھے
ابو نے اس کے سر پر اپنا دست شفقت رکھا۔ رخی کا دل پگھلا جا رہا
تھا مگر وہ خود کو سنبھالے رہی اور اب اس کی امی اس کی پیاری
امی قریب آئیں تو رخی بے ساختہ ابو سے ہٹ کر اپنی امی جان سے
لپٹ گئی آنسوؤں نے بند صبر کی دیواروں کو توڑ کر بہہ نکلے اور
رخی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔
یوں شہنائیوں کی گونج میں بیاہ کر رخی شاہد کے گھر آ گئی۔ سسرال
میں دولھا دلھن کے صدقے اتارے گئے۔ دلھن کو لا کر ایک آراستہ
پیراستہ کمرے میں پھولوں کی سیج پر بیٹھا دیا گیا۔ پھر رونمائی کی
رسم ختم ہوئی تو اسے حجلۂ عروسی میں پہنچا دیا گیا وہ بے حد تھک چکی
تھی۔ اس نے کلائی پر بندھی طلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ رات کا ایک بج
چکا تھا۔ اسی لمحے بھاری قدموں کی آواز سنتے ہی وہ سنبھل کر بیٹھ گئی
جوں جوں آواز قریب آ رہی تھی اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا
جا رہا تھا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو چکا تھا
اس نے گھبراہٹ میں اپنے ارد گرد دیکھا چند لمحے پہلے جو لڑکیاں اسے
گھیرے بیٹھی تھیں ان میں سے ایک بھی نظر نہیں آئی۔ انجانے اندیشوں
سے گھری وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی تھی کہ اس نے ہولے سے اس کا
گھونگھٹ الٹ دیا۔ گھونگھٹ پٹ کھلتے ہی اس کا جھکا ہوا سر کچھ اور
جھک گیا۔ نجانے آج اتنی شرم و حیا کہاں سے آ کر اس کے وجود میں سما

گئی تھی ـــ رخی ـــ میری دلہن ـــ رخی تو میری زندگی ہے
میری روح میری کائنات۔ شاہد نے رخی کی ٹھوڑی کو انگشت شہادت سے
اونچا کرتے ہوئے کہا میری طرف دیکھو! اور پھر شاہد نے اپنی مختصر سی
کائنات کو باہوں میں سمیٹ لیا۔ چاند نے اس حسین ملاپ پر شرما کر
بادلوں میں منہ چھپا لیا۔ گنگناتی ہواؤں نے مسکرا کر مبارک باد
پیش کی اور چپکے سے کھڑکی کی راہ باہر چلی گئیں ـــ

ہاں تو ـــ یہ ـــ اس کی سہاگ رات تھی۔ صبح ناشتے سے فارغ
ہوئے تو شاہد لالہ رخ کا ہاتھ تھامے ساتھ والے کمرے میں لے آیا
بیگم شاہد میری طرف سے اپنی شادی کا یہ پہلا تحفہ ہے قبول کیجئے
شاہد نے رخی کو اپنی لائبریری دکھاتے ہوئے کہا۔ اس لائبریری میں رخی
کی پسند اور ذوق کی تمام کتب سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں۔ مگر ۔۔۔

رخی کی کتاب ماضی کے اوراق پھڑپھڑا رہے تھے اور رخی انہیں پڑھنے
میں مصروف تھی کہ کسی نے چپکے سے آ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ
رکھ دیئے۔ لالہ رخ نے بمشکل ہاتھ ہٹائے اس کے مقابل شاہد کھڑے
مسکرا رہے تھے۔ اور رخی؟ ـــ اوہو میری جان تم ابھی تک
تیار بھی نہیں ہوئیں اور مہمان آ بھی چکے ہیں شاہد نے پیار بھری
نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا چلو رخی رانی جلدی کرو تیار ہو جاؤ۔
چلئے رخی نے بجھی بجھی نگاہوں سے دیکھا۔ اور چلنے کے لئے قدم بڑھائے
مگر رخی ٹھہرو تو، بھلا بتاؤ میں آج تمہیں کیا تحفہ دوں گا؟ شاہد پوچھ
رہے تھے۔ نیکلس؟ رخی نے اندازہ لگایا۔ نہیں شاہد نے سر ہلایا۔
انگھوٹھی رخی بولی۔ نہیں یہ بھی نہیں۔ اچھا تو آپ خود ہی بتا دیجئے،
مات لو تم ہار گئیں۔ چلو یوں ہی سہی رخی نے ہار مانتے ہوئے کہا۔
تب شاہد نے مسکراتے ہوئے ایک خوبصورت سا البم رخی کے ہاتھوں
میں تھما دیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ
آج ہماری شادی کی پہلی سالگرہ ہے ناں؟ تو جان تم اس البم میں ہماری
شادی کے دن سے لے کر اب تک کی ساری تصاویر محفوظ ہیں رخی نے البم
لیتے ہوئے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور اپنے ڈریسنگ روم کی طرف
بڑھ گئی۔ رخی تیار ہو کر ہال کمرے میں پہنچی تو سب کی نگاہیں اس
پر مرکوز ہو کر رہ گئیں آج اس کا مضمحل حسن نکھرا ہوا تھا۔
شاہد مسلسل اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔ اس نے شرما کر منہ
دوسری طرف پھیر لیا۔ آج میری سویٹ ہاٹ کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔
شاہد نے قریب آ کر سرگوشی کی ـــ اور وہ مسکرا دی بس پھیکی سی مسکراہٹ۔

ہر طرف سے مبارک باد کے پھول برس رہے تھے - بڑی سی میز تحائف سے بھری پڑی تھی - محفل بھی خوب رنگ پر تھی شاہد بڑے چہک رہے تھے پھر شاہد کے اصرار پر کچھ سنانے کے لئے سب سے فرمائش ہوئی کسی نے لطیفے سنائے کوئی نقال بنکر مختلف ایکٹروں کی نقل اتارتے رہے تو کچھ نے غزلیں یا گانے سنائے آخر میں رخی سے کچھ سنانے کی فرمائش کی گئی وہ ذہنی طور پر بہت تھک چکی تھی اس لئے ٹال مٹول سے کام لینے لگی آخر سب کے اصرار پر رخی نے شکیل کی یہ غزل سنانی شروع کر دی

میری زندگی ہے ظالم تیرے غم سے آشکارا
تیرا غم ہے در حقیقت مجھے زندگی سے پیارا

کوئی اسے شکیل دیکھے یہ جنوں نہیں تو کیا ہے
ہم ہو گئے اسی کے جو نہ ہو سکا ہمارا

غزل ختم کر کے لالہ رخ نے تھکے تھکے انداز سے سر کو صوفے کی پشت سے ٹکالیا - بیگم ساجد کہہ رہی تھیں کہ مسز شاہد خدا نے آپ کی آواز میں بلا کا سوز بھر دیا ہے - سچ مچ غضب کی آواز پائی ہے بیگم ظفر بولیں - واقعی آپ کی آواز میں شیرینی کے ساتھ ساتھ سوز و گداز بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہے تنویر نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کر دیا -- آپ نے اتنا اچھا گلا کہاں سے پایا ہے ؟ بیگم نعمانی پوچھ رہی تھیں - ہم تو صرف نام کے ہی نغمہ ہو کر رہ گئے مس نغمہ گویا ہوئی .
اور اتنے ڈھیر سارے تعریفی کلمات سنکر بھی رخی معمولی مسکراہٹ سے سب کا شکریہ ادا کر رہی تھی - خدا خدا کر کے رات 9 بجے مہمانوں کے آخری گروپ کو رخصت کر کے وہ اپنے کمرے میں آگئی اور پھر شب خوابی کا لباس پہنتے ہی وہ اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر گر گئی پھر وہ طوفان جو صبح سے اس کے سینے میں اٹھ رہا تھا ایک سیلاب کی صورت اس کی آنکھوں سے بہہ نکلا - وہ سوچ رہی تھی کہ یہ ہی منحوس تاریخ تھی جب وہ ہمیشہ کے لئے اپنے شانی سے جدا کر کے پرائی کر دی گئی تھی - اس کے لبوں سے ایک ٹھنڈی آہ فضا میں تحلیل ہو کر رہ گئی پردہ اٹھا اور شاہد نے چپکے سے آ کر لائٹ آن کر دی -- مگر وہ ٹھٹھک کر کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا - یہ کیا ہے ؟ رخی -- تم -- تم -- رو رہی ہو ؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ؟ شاہد نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور

اس کی نبض ٹٹولنے لگا - بس یونہی ذرا طبیعت خراب ہو گئی ہے شائد تھکاوٹ ہو گئی ہو - رخ نے بات بنانا چاہی - مگر شاہد کا دل مطمئن نہ ہو سکا - وہ حیران تھا کام تو سارا ملازمین نے کیا ہے پھر ایسی کیا تھکاوٹ ہو گئی ؟ یوں بھی رخ ہمیشہ ہی افسردہ رہتی ہے کیا وجہ ہو سکتی ہے ؟ میں نے تو کبھی اس کی دل شکنی نہیں کی - ہمیشہ ہی اسکی خوشی کا خیال رکھا ہے - مگر لالہ رخ مجھ سے خوش نہیں ہے - شاہد نے اکثر رخ کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسوؤں کو دیکھا تھا اگر کبھی شاہد نے استفسار کیا بھی تو رخ نے بڑی خوش اسلوبی سے ٹال دیا - مگر آج کے واقعہ سے شاہد اس بارے میں سنجیدہ ہو چکا تھا - ان حالات نے شاہد کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا - دلبرداشتہ کر دیا تھا وہ الٹے قدموں اپنے کمرے میں لوٹ آیا - رات بھر وہ رخ کے بارے میں سوچتا رہا کہ کہیں شادی سے پہلے وہ کسی سے پیار تو نہیں کرتی تھی ؟ شائد وہ کسی اور کو چاہتی ہو اور اس کے والدین نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہو

وہ دیر تک ٹہلتا رہا اور مختلف پہلوؤں سے غور کرتا رہا - مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا کیونکہ جب اس نے اپنی ایک سالہ ازدواجی زندگی پر نگاہ ڈالی تو رخ کو ایک مشرقی بیوی کی طرح وفادار ہی پایا جس نے کہ اپنے شوہر کی ہر خواہش کا احترام کیا ہو اور اپنی خواہشات پر مقدم جانا ہو -

شاہد عجیب شش و پنج میں تھا - آخر یہ اداسیاں کیا معنی رکھتی ہیں ؟

شاہد نے دکھ کے ساتھ سوچا کہ آج ہی کے دن تو لالہ رخ نے دلھن کے روپ میں اس گھر میں قدم رکھا تھا - ایک ایک کر کے سارے مناظر اس کی نظروں کے سامنے آ رہے تھے - جب اس نے سمٹی سمٹائی رخ کا گھونگھٹ ہٹایا تھا تو حیران رہ گیا تھا اس نے خود سے سوال کیا تھا کہ کیا سچ مچ یہ سنگ مرمر سے تراشی ہوئی حسین گڑیا میری ہے ؟ کیا قدرت نے یہ حسین پر بہار پھول مجھے سونپ دیا ہے ؟ شاہد نے اپنے آپ سے سوال کیا تھا اور پھر شرم سے دوہری ہوتی ہوئی اور لمبا سا گھونگھٹ مضبوطی سے تھامے بیٹھی رخ کو دیکھ کر اسے پھولوں سے لدی ہوئی کسی نازک سی ڈالی کا خیال آ گیا تھا اور پھر اس گلِ لالہ کی بھینی بھینی مہک نے اسے مدہوش سا کر دیا تھا

وہ اسے پا کر خود کو فراموش کر بیٹھا تھا سچ مچ خود سے بیگانہ ہو چکا تھا - اب اس کے گھر میں خوشیاں تھیں حسن و پیار تھا ہر لمحہ پر بہار تھا - اسے کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی رخ کے اشارہ ابرو پر ہر نعمت مہیا کی جاتی تھی پھر کیا بات ہے لالہ رخ کھوئی کھوئی کیوں رہتی ہے ؟ اس کی آنکھوں میں کیسی ویرانیوں کو کس کی تلاش ہے ؟ اس کی متلاشی نگاہیں کسے ڈھونڈا کرتی ہیں ؟ وہ کون ہے ؟

وہ اکثر سوچا کرتا تھا مگر آج اس نے رخی کی ویرانیوں اور اداسیوں
کا سبب جاننے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ شاہد کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں
عالمِ اضطراب میں وہ مسلسل ٹہلے جا رہا تھا۔ کمرے کی تمام کھڑکیاں بند
تھیں اور فضا بڑی ہی خاموش و پُروحشت ہو رہی تھی۔ شاید نجانے
اور کتنی دیر ان جان لیوا سوچوں میں غرق رہتا کہ کسی نے ہولے سے اس
کی پیشانی پر اپنا نرم و نازک ہاتھ رکھ دیا رخی شب خوابی کے لباس میں
ملبوس اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ حسن دلربا اس کی شریکِ حیات!
شاہد نے دیکھا رخی کے زرد زرد چہرے اور اداس آنکھوں میں اب بھی ایک
دردناک اضطراب کروٹیں لے رہا تھا پھر بھی یہ مضمحل سی رخی شاہد کو پیاری
لگی اور وہ سب کچھ بھول کر رخی کے حسنِ سادہ میں کھو سا گیا۔ اور بڑھ
کر اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ اس پیار بھرے ماحول نے شاہد کے دل سے
تمام شکوک و شبہات کو وقتی طور پر محو کر دیا تھا اس کے بعد کتنی ہی
صبحیں آئیں اور کتنی ہی شامیں گزر گئیں اب بظاہر ان کی زندگی
بڑی پُرسکون گزر رہی تھی۔ چونکہ اب رخی نے بھی بڑی حد تک حالات سے
سمجھوتہ کر لیا تھا۔ یوں بھی وقت کے ساتھ ساتھ شوہر کی محبت نے
رخی کے دل دماغ میں جگہ بنا لی تھی۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر اچانک ایک
دن ان کی زندگی میں بھونچال آگیا جس کے شدید جھٹکوں نے نہ
صرف ان کے گھر کے در و دیوار کو بنیادوں سمیت ہلا کر رکھ دیا تھا
بلکہ ان کی ہر خوشی کو ہمیشہ کے لئے دکھ اور پریشانیوں کی اتھاہ
گہرائیوں میں دفن کر کے رکھ دیا تھا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ کبھی ان کی ہنستی مسکراتی زندگی یوں
ایک لمحے بھر میں آنسوؤں اور آہوں کے سمندر میں ڈوب کر کھو سکتی
ہے کبھی ان کا ایسا بسایا گھر اجڑ کر رہ جائے گا کسے خبر تھی؟؟؟
ہوا یوں کہ ایک اداس سی شام شاہد معمول سے کچھ پہلے ہی گھر آ
گیا۔ رخی اسے کہیں نظر نہ آئی اور وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے لیڈیز
ڈرائننگ روم میں چلا آیا مگر لالہ رخ گھر پر ہوتی تو ملتی۔۔
بلا ارادہ شاہد وہیں لیڈیز ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ کر لالہ رخ کا انتظار
کرنے لگا۔ اور پھر صوفے پر نیم دراز شاہد کی نظر اچانک رخی کی پرائیویٹ
الماری پر پڑی اس نے دیکھا آج نجانے کیسے رخی اس الماری کو تالا لگانا
بھول گئی تھی ورنہ تو وہ اسے کبھی بھی کھلا نہ چھوڑا کرتی تھی۔

خوب شاہد پڑ پڑایا اور بڑھ کر الماری کی تلاشی لینا شروع کر دی اس نے
سوچا شائد کوئی ایسی چیز مل جائے جو رخی کے ماضی پر روشنی ڈالے۔
اسے اتفاق کہئے کہ جو چیز سب سے پہلے شاہد کے ہاتھ لگی وہ تھی لالہ رخ کی
پرائیویٹ ڈائری۔ شاہد ڈائری لے کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے کمرے
میں آگیا اور بستر پر دراز ہو کر ڈائری کے اوراق پڑھنے لگا۔ لکھا تھا

یکم نومبر 1947ء۔ چند ماہ قبل پاکستان معرض وجود میں آیا۔ تب ہم لوگ
آگ اور خون کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو پار کر کے بمشکل لاہور کیمپ
پہنچے تھے۔ راستے میں ہم نے خوبصورت جوان بوڑھے اور معصوم چھوٹے
بچوں کے کٹے ہوئے اعضاء بکھرے پڑے دیکھے۔ ہم نے دیکھا کہیں خواتین
کے پستان کاٹ کر پھینکے ہوئے ہیں اور کہیں خواتین کا سینہ چیرا اچھالا
گیا ہے کہیں ہاتھ کاٹ کر پھینکے گئے ہیں اور پاؤں کہیں دور پھینکے گئے
ہیں سر کہیں پھینکا گیا ہے اور دھڑ کہیں اور ڈالا گیا ہے کہیں شیر خواروں
کے ٹکڑے کر کے ڈالے گئے ہیں اور کہیں جوان خوبرو جسم خون میں ڈوبے
پڑے تھے۔ کہیں کڑیل جوانوں کے بے جان لاشے نظر آتے تھے اور کہیں
دودھ پیتے معصوم بچوں کو تلواروں تیروں اور کرپانوں میں پرو
کر سسک سسک کر اور تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا
ایسے ایسے عبرت ناک واقعات کے نشانات قدم بہ قدم دیکھتے اور
بھوک پیاس کی شدت سہتے ہوئے نیم جان افراد لاہور کیمپ پہنچ رہے
تھے کیونکہ بیشتر خوبصورت اور جوان دوشیزاؤں کو بھارتی غنڈے اٹھا
کر ساتھ لے گئے تھے۔ میں نے ان پاکدامن اور مجبور لڑکیوں کی دلخراش
چیخیں اپنے کانوں سے سنی تھیں۔ پھر میری آنکھوں نے یہ بھی دیکھا کہ کتنے
ہی نو شگفتہ پھول ان بھیڑیوں کی ہوس کا شکار ہو کر اور کتنی ہی
باعصمت خواتین ان درندوں سے بچنے کے لئے موت کی گود میں پناہ لے چکی
تھیں۔ میرے سامنے کئی بہنوں بیٹیوں کے لباس ان درندوں نے نوچ نوچ
کر پھینک دیئے تھے کئی ماؤں کی گودیں خالی کر دی گئیں۔

اگر کوئی ہاتھ اس ظلم کے خلاف اٹھا تو اسے بے دردی سے کاٹ کر دور پھینک
دیا گیا۔ جو سر بھی اٹھا اسے قلم کر دیا گیا۔ سب ہی بے بس اور مجبور تھے بس اپنی
اپنی جان بچا کر جدھر سینگ سمائے بھاگ کر چھپ چھپا کر نکل کھڑے
ہوئے کئی فدایان اسلام دشمنان دین و ملت کا مقابلہ کرتے جام شہادت
نوش کر گئے۔ میں نے یہ سب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ مگر میں کسی کی

کوئی مدد نہ کرسکی تھی۔ حالات کے دھارے کے ساتھ بہہ کر ہم بہت دور نکل آئے تھے۔ اور اب بچے کچھے بیمار مرد عورتیں اور بھوک سے نڈھال بچے زخمی افراد کیمپوں میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ میں اکثر سوچتی میں ان کی مدد کیسے کروں؟ جیسا بھی جو بھی ممکن ہوتا۔ کپڑے کھانا صابن تیل جوتے وغیرہ جو کچھ ہو سکتا لے جاکر تقسیم کر آتی تھی۔

آخر ایک دن مجھے خیال آیا کیوں ناں، ڈاکٹروں کے گروپ سے مل کر مرہم پٹی کرنے کی اجازت لے لوں مجھے فسٹ ایڈ تو آتی ہے۔ یہ ہی سوچ کر کیمپ میں ڈاکٹروں کی جو ٹیم زخمیوں کی دیکھ بھال پر متعین تھی میں ان سے ملی اور مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ سکول لائف میں فسٹ ایڈ کی ٹریننگ لے چکی ہوں۔ اور اس سے کام لینے کا اس سے بہتر موقع اور کیا ہو گا؟ میں نے جھجکتے ہوئے ایک ڈاکٹر جو دیکھنے میں سلجھا ہوا شریف سا لگتا تھا اسکو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا

کیا میں آپ لوگوں کے ساتھ ہاتھ بٹا سکتی ہوں مجھے پٹیاں وغیرہ سب آتی ہیں۔۔۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے پہلے تو حیرت سے میری طرف دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر مسکرا دیئے۔ ہاں ہاں آپ شوق سے ہمارے ساتھ کام کیجئے شاہد کو ابھی تک ڈائری میں ایسی کوئی بات نہیں ملی تھی جس کی کہ اسے تلاش تھی پھر بھی وہ جلدی جلدی ڈائری کو پڑھے جا رہا تھا۔ اس نے ورق پلٹا لکھا تھا اس وقت اکثر مریض طبی امداد نہ مل سکنے کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جا رہے تھے۔ نرسوں کی کمی کے باعث کچھ مریض میرے حوالے کر دیئے گئے میں اپنے مریضوں کے ٹمپریچر چیک کر کے نوٹ کرتی۔ ان مریضوں کو وقت پر دوائی دینا اور ان کی پٹیاں بدلنا میرے فرائض میں شامل تھا۔

ڈاکٹر شانی صبح و شام آکر میرے مریضوں کو دیکھتے اور اگر دوائی تبدیل کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ ایڈ کر مجھے ہدایات دے کر جاتے تھے۔ یوں میں دن بھر زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال اور مزاج پرسی میں مصروف رہتی اور اسی طرح دو ہفتے گزر گئے

اس دوران ڈاکٹر شانی مجھ سے کسی حد تک گھل مل گئے ان کی موجودگی میں عجیب احساس اپنائیت ہوتا تھا۔ ڈاکٹر شانی شگفتہ مزاج سادہ دل اور شائستہ اطوار شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی نگاہیں مجھے ایک پیغام دیتی محسوس ہوتیں مگر میں انجان بننے کی کوشش کرتی رہی۔ دن بھر کام کرنے کے بعد جب رات کو بستر پر لیٹتی تو ڈاکٹر شانی کی شاندار شخصیت میری نظروں کے سامنے آموجود ہوتی تھی ان کی وہ کچھ کہتی

ہوئی آنکھیں مسکراتے ہونٹ کشادہ پیشانی دراز قد اور بھرا بھرا جسم
ڈاکٹر شانی ہمہ ایثار اور طوفانوں میں گھر کر بھی مسکرانے والا وہ
دن بھر کام کرتا اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے مریضوں کا دل بہلایا کرتا
وہ خود ہنستا اوروں کو ہنساتا یہ ہی وجہ تھی کہ وہ سارے ہی کیمپ
میں بڑا مقبول ہو چکا تھا۔ ان ہی سوچوں میں گم ہو کر میں خوابوں
کی دنیا میں جا پہنچتی تھی مگر وہ شہزادوں کی تمکنت رکھنے والا تو
میری خوابوں میں بھی آدھمکتا تھا۔ میں جھنجھلا اٹھتی یہ مجھے کیا
ہوتا جا رہا ہے میں اس کے متعلق کیوں سوچنے لگی ہوں ؟؟ آخر
وہ میرا کون ہے؟ وہ کیوں میری خوابوں میں آجاتا ہے ؟ نجانے وہ
خود کو کیا سمجھتا ہے ناں ... ہاں تو بھلا
اب میں کبھی کوئی بھی غیر ضروری بات اس سے نہیں کروں گی میں اپنے دل
میں عہد کرتی ... مگر اس کا سامنا ہوتے ہی میرے تمام ارادے خاک
میں مل جاتے اور مجھے خود پر غصہ آنے لگتا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں
کیوں اسقدر بے لبس ہو گئی ہوں۔ مجھے خود پر کنٹرول کرنا چاہئیے مگر
کیسے ہو؟ میں کیا کروں؟ اس کے سحر سے کیسے نکلوں۔ کیا یہاں کام کرنا چھوڑ دوں؟؟
ایک روز صبح اٹھ کر کیمپ جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ وہ آگئے
میں نے حیران ہو کر پریشان سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو
وہ بولا کہ میں نے سوچا آج اکٹھے ہی چلتے ہیں اس لئے لینے آگیا ہوں
جلدی کرو آج نئے زخمی بھی آئے ہیں کام بہت ہو گا۔ مگر ابھی تو میں نے
ناشتہ بھی نہیں کیا۔ میں نے بہانہ سازی سے کام لیا ...
او ہو تم ناشتہ وہیں کر لینا۔ وقت ضائع نہ کرو جلدی چلو۔
اچھا ابھی دو منٹ میں آئی۔ میں چٹکی بجاتے ہوئے کچن کی طرف دوڑی
امی جان ناشتہ بنا رہی تھیں میں نے رخصت لی اور سلام کر کے گھر سے
کیمپ جانے کے لئے نکل پڑی۔ زخمیوں کا کیمپ کچھ دور نہ تھا۔ اسی لئے ہم
جلدی پہنچ گئے۔ دن بھر اچھی خاصی مصروفیت رہی۔ اس شام واپسی پر پھر
ڈاکٹر شانی میرے ہمراہ تھے۔ راستہ چلتے چلتے وہ بولے... مس لالہ رخ
اگر اجازت دو تو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پلیز برا نہ ماننا۔
کہئے! میں نے اپنی بیقرار دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے
کہا۔ نہیں ایسے نہیں پہلے تم وعدہ کرو کہ تم میری بات کا برا نہیں مانو گی...
اور میں نے وعدہ کر لیا کہ آپ کہئے میں آپ کی بات کا برا نہیں مانوں گی۔
ڈائری کے صفحات پر شاہد کی نگاہیں تیزی سے پھسلتی جا رہی تھیں اور
وہ غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا اور اس کا دوران خون بڑھ چکا تھا شاہد
نے پھر سے ڈائری پر نظریں گاڑ دیں۔ لکھا تھا۔ کہ شانی کہہ رہے تھے رخی میں

تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ سب کچھ جو میں کبھی کسی سے بھی نہ کہہ سکا پھولوں اور بہاروں کی باتیں چاند اور ستاروں کی باتیں یہ سب پیار بھری باتیں تم سے کہنے کو میرا دل مچل رہا ہے رخی تم میری باتیں سن رہی ہو؟ سمجھ رہی ہو ناں؟ کہ میرا کیا مطلب ہے؟ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔

میری خاموشی پر وہ پھر گویا ہوئے۔ رخی جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا میرا دل تو اسی وقت پکار اٹھا تھا کہ یہ ہی تمہاری منزل ہے تجھے اس کی ہی تلاش تھی شانی تمہاری منزل تمہارے سامنے ہے اب اسے پاکر کہیں کھو نہ دینا ورنہ ۔۔۔ ورنہ یہ تمہاری بدنصیبی ہوگی۔

بولو رخی تم میری خوشیاں میری جھولی میں ڈال دو گی ناں؟ انہوں نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف موڑتے ہوئے سوال کیا تھا۔ کہو رخی تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔ مجھے ٹھکرا تو نہ دو گی؟

میرا آئیڈیل میرے سامنے کھڑا مجھ سے پیار کی بھیک مانگ رہا تھا میرے آگے گڑگڑا رہا تھا۔ اور میرے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی جذبات کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ وہ خواب جو میں سوتے جاگتے دیکھا کرتی تھی وہ خواب مجسم حقیقت بن کر میرے سامنے موجود تھا تو میں بے حس و حرکت کھڑی سوچ رہی تھی کہ کیا خواب یوں جلدی سے ہی پورے ہو جایا کرتے ہیں؟

اس نے میری خاموشی کو غلط سمجھا اور مایوس ہو کر پریاس لب و لہجے میں دریافت کیا۔ کہ لالہ رخ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے مجھے ٹھکرا دیا ہے؟ رخی دیکھو کہیں ایسا غضب نہ کرنا ورنہ میری تمام خوشیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے روٹھ جائیں گی اور اجالے اندھیروں میں بدل جائیں گے پھر کبھی میرے گلشن حیات میں بہاروں کا گزر نہ ہو سکے گا۔ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پردرد اور پرامید لہجے میں التجا کی تھی۔

تب میں نے اس کی ملتجی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔ رخی جانتی ہو؟ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تمہارا ساتھ ہے میری پہلی اور آخری تمنا تم ہی ہو میری آرزو میری سانسوں کی جان تم ہو۔ تم نہیں جانتیں میں کس قدر دکھی انسان ہوں خدارا مجھے اور دکھی نہ کرنا۔ اگر تم نے مجھے ٹھکرا دیا تو میری ہر خوشی بے موت مر جائے گی۔ مجھے میری زندگی کی بھیک دے دو وہ کہے جا رہا تھا ۔۔۔

تب رخی کا دل اس کے دکھ درد سمیٹ لینے کے لئے بے ساختہ مچل اٹھا تو اس نے شانی کو ایسی پیار بھری نظروں سے دیکھا جیسے کہ کہہ رہی ہو شانی میں تمہاری ہوں پھر رخی نے اپنا سر شانی کے چوڑے چکلے سینے پر ٹکا دیا یہ اس کی محبت کا کھلا اقرار تھا۔ شانی کی انگلیاں رخی کے معطر

بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں - اور ان کی ارواح ایک جاوداں شادمانی
سے ہمکنار ہو رہی تھیں ان کے دل جھوم رہے تھے تب ہی شانی نے
پیار کا پہلا تحفہ ایک بوسہ رخی کے سنہری بالوں میں جڑ دیا تھا -
رخو : میری طرف دیکھو شانی نے اس کی ٹھوڑی کو ایک انگلی سے اوپر اٹھایا
اور نگاہوں کے اس تصادم میں کیا کیا نہ عہد و پیمان ہو گئے پھر
میری آنکھوں پر گھنیری پلکوں کے سائے پڑ گئے اور میں نے شرما کر
منہ شانی کے سینے میں چھپا لیا تھا -
آج میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا ہوں وہ
بڑے ناز و ادا سے سینہ تان کر خوشی سے اٹھلاتے ہوئے کہہ رہا تھا -
زندگی کے شب و روز آگے بڑھتے رہے بار بار ایسے لمحات حسین بھی
آئے جب کہ ہم ایکدوسرے کے اسقدر قریب آ گئے جب کہ وہ مجھے
اپنی باہوں میں بھر کر اپنی قسمت پر نازاں اور فرحاں ہوتے تھے
مگر ایسے لمحات میں میں ایکدم اندیشوں میں کھو کر رہ جاتی کہیں
ہمارے خواب ادھورے تو نہ رہ جائیں گے کہیں ہماری خوشیاں ہم سے
چھین تو نہ لی جائیں گی کہیں ہمارے خواب ٹوٹ کر ان کی کرچیاں ہمارے
وجود کو چھلنی تو نہ کر دیں گی ایسے ہی تکلیف دہ خیالات مجھے اپنی
لپیٹ میں لے لیتے تب میری پرنم نگاہیں شانی سے سوال کرتیں شانی
تم میرے ہی ہو ناں ؟ تم مجھے چھوڑ کر کسی اور کے تو نہیں ہو جاؤ گے ؟
تم مجھے دھوکہ تو نہیں دو گے ؟ میں سراپا سوال بن جاتی اور
شانی پگلی کہہ کر مجھے اپنے ساتھ بھینچ لیتے - تم تو میری جان ہو میں
تمہارے بنا مر نہ جاؤں گا ؟ ؟
شاہد بڑبڑایا - اچھا تو یہی وجہ ہے جو رخی کو میری پرخلوص محبت
اور بے لوث پیار بھی سکون نہ پہنچا سکا میرا بے غرض دیوانہ پن بھی
اس کے لبوں پر سچی مسکراہٹ نہ لا سکا آج شاہد کو رخی سے اور اس کی
بھولی بھالی صورت سے اس کی معصوم اداؤں سے گھن آ رہی تھی شاہد
کی پیشانی شکن آلود تھی اس نے پھر سے پڑھنا شروع کر دیا لکھا
تھا - یوں ہی دن ہنسی خوشی گزر رہے تھے ابو جان کے ایک دوست
محکمہ آبادکاری میں آفیسر تھے ان کی وساطت سے رہائش کے لئے
ایک کوٹھی بھی مل گئی تھی جس کی وجہ سے ہم وہاں منتقل ہو گئے
شانی کا معمول تھا وہ کیمپ جانے سے پہلے ہمارے گھر ضرور آتے تھے اکثر
میں ان کے ہی ساتھ جاتی اور واپسی پر بھی شانی مجھے گھر چھوڑ تے
ہوئے جاتے تھے

جاتے آتے سمے راستے بھر سیاست ثقافت لٹریچر سے لے کر پیار محبت عشق دیوانگی فرزانگی تک زیر موضوع اور زیر گفتگو رہتے یعنی کوئی موضوع باقی نہ چھوڑا جاتا۔ خیالی پلاؤ بھی پکائے جاتے اور خوب مزے لے لے کر کھائے جاتے تھے۔ مستقبل کے منصوبے بنائے جاتے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے والدین شانی کو ہی میرا شریک حیات چنیں گے ہمارا پیار ان تمام اندیشوں سے آزاد تھا جو عام طور پر دو پیار کرنے والوں کو ہوا کرتے ہیں۔

پھر ہمارے پیار کو نجانے کس کی نظر کھا گئی کہ ایک دن میں کسی کام کی غرض سے امی جان کے کمرے کی طرف جا رہی تھی تو ابو جان کی گرجدار آواز سن کر میرے قدم خود بخود رک گئے تھے۔

میں اسے اپنا داماد نہیں بنا سکتا ابو کہہ رہے تھے۔

لیکن اس میں خامی کیا ہے؟ صحت مند تعلیم یافتہ۔ اچھی پوسٹ۔ اچھی شخصیت۔ خوب صورت۔ خوب سیرت ہے۔ آخر شانی میں کس چیز کی کمی ہے؟ نہ کوئی لمبی چوڑی فیملی ہے کہ ساس نندوں کے جھگڑے بکھیڑے ہوں نہ کسی کا ڈر خوف کہ پھونک پھونک قدم رکھنا پڑے اس بیچارے کے خاندان کے سات افراد تو شہید ہو گئے وہ بیچارہ تو غموں سے چور آپ کا دستِ شفقت اپنے سر پر دیکھنا چاہتا ہے۔ یوں بھی ڈاکٹر شانی اور ہماری لالہ رخ ایک دوسرے کو چاہتے بھی تو ہیں۔

امی ہماری پرزور حمایت کرتے ہوئے بولیں۔ بس خاموش اب اور کچھ مت بولنا مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ کہ کون کیا ہے۔ اب تم رخی کو بتا دینا کہ میں نے اپنے دوست کو زبان دے دی ہے اور ان کے بیٹے شاہد کو رشتہ دینے کی حامی بھر لی ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر منگنی کی رسم ادا کر دی جائے گی اور منگنی کی رسم ادا کرنے کے الفاظ ابو نے فیصلہ کن انداز میں ادا کئے تھے۔ پھر بھی امی نے اپنی سی کوشش کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا مگر امی نے کچھ کہنے کے لئے لب کشا کئے تھے کہ ابو دھاڑے مگر وگر کچھ نہیں اب تم لالہ رخ کو اچھی طرح سمجھا دو کہ میں اس کا شانی کے ساتھ گھومنا پھرنا قطعی طور پر ٹھیک نہیں سمجھتا۔ اب لالہ رخ کو محتاط رویہ اختیار کر لینا چاہئے۔ سنا تم نے!

اس سے زیادہ سننا میرے لئے ممکن نہ تھا میرا سر گھوم رہا تھا مجھے چکر آ رہے تھے میں لڑکھڑاتی ہوئی بمشکل اپنے کمرے میں بستر پر آ گری سارا کمرہ گھوم رہا تھا میری زندگی میں زلزلہ آ گیا تھا سب کچھ تہ و بالا ہو کر رہ گیا تھا۔ تمام رات روتی اور سوچتی رہی کہ آخر ابو کو ہو کیا

گیا ہے؟ ایو تو اچھی طرح جانتے ہیں انہیں تو معلوم ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو کسقدر چاہنے لگے ہیں پھر یہ شاہد کو کہاں سے ڈھونڈھ کر لے آئے ہیں۔ شاہد نجانے کون ہے؟ کیسا ہے؟ وہ کہاں سے آن ٹپکا ہے؟ جس کے لئے ایو نے زبان دیتے سمے مجھ سے اور امی سے بھی مشورہ کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اور اسے میرے سر پر مسلط کر رہے ہیں۔

ایو شاہد کو میرا شریک حیات بنانے پر تلے ہوئے ہیں جبکہ میں نے شانی کو اپنا جیون ساتھی مان لیا ہے۔ شانی اور صرف شانی میرا اپنا شانی جس نے میرے من مندر میں پیار کے دیپ جلائے اور مجھے محبت کرنا سکھایا اور نجانے رات بھر میں کیا کیا سوچتی رہی۔ اف میرے اللہ میں نے کیا کیا سہانے سپنے دیکھے تھے وہ خواب جو ہر جوان لڑکی دیکھتی ہے اور پھر ان خوابوں کا سحر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ مگر جب سحر ٹوٹتا ہے تو سپنوں کی مالا بکھر جاتی ہے اور اس کے قیمتی موتی سمیٹے نہیں سمٹتے۔ جب آرزوؤں اور تمناؤں کے موتی بکھر جاتے ہیں تو بھولی بھالی معصوم سی لڑکی گھبرا اٹھتی ہے تڑپ جاتی ہے ٹوٹ جاتی ہے بکھر جاتی ہے میرے ساتھ بھی تو یہی ہوا ہے پہلے تو خوابوں کی حسین وادی میں اتر کر محبت کے پھول چنتی رہی مگر جب آنکھ کھلی تو خود کو ایک پرخار وادی میں کھڑے پایا: اپنے شانی سے بہت دور ایک اجنبی کے ساتھ روٹھے روٹھے انداز میں انجانی ان دیکھی بستی میں کھوئی کھوئی سی اور سہمی سہمی ڈری ڈری پھونک پھونک کر قدم بڑھاتے۔ یہ سب سوچتے سوچتے میرے لبوں سے ایک ٹھنڈی آہ نکل کر فضاؤں میں تحلیل ہو گئی۔ آخر رات کے پچھلے پہر نیند کی دیوی کو مجھ پر رحم آ ہی گیا اور اس نے مجھے اپنی پرشفقت گود میں لے کر نیند کے دوشالے سے مجھے ڈھک دیا۔ سو کر اٹھی تو پھر سے جان لیوا سوچیں ابھی بھی ذہن کو بوجھل کر رہی تھیں۔ بستر سے اٹھنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔

یہ سوچیں تو اب بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑ رہی تھیں ان پریشانیوں اور فکروں نے میرے ذہن میں کیسی ہلچل مچا رکھی ہے؟

کوئی آ رہا ہے --- وہ آ گیا --- میرا شانی آ رہا ہے ... دل کی پکار سنتے ہی میں دیوانہ وار لان کی طرف بھاگی شانی پورچ میں کار کھڑی کر کے اندر آ رہا تھا۔ شانی میں دیوانہ وار شانی سے لپٹ گئی تھی۔ مجھے بچا لو شانی ان اندھیروں میں میرا دم گھٹ کر رہ جائے گا میں تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گی میں نے شانی کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اس کی حالت قابل دید تھی ... کیا بات ہے رخی؟ تم اتنی دل برداشتہ کیوں ہو رہی ہو؟

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے کیا ہو گیا ہے؟؟ شانی نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا وہ میری حالت دیکھ کر حواس باختہ سا ہو رہا تھا کہ میں نے ہچکیوں کے درمیان ابو امی کی کل رات والی ساری گفتگو کہہ سنائی جسے سن کر اس کا چہرہ ہلدی رنگ ہو چکا تھا اس کا پورا وجود بے یار و مددگار خزاں زدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا مگر ابھی پوری طرح حواس نہیں کھوئے تھے۔ اسی لئے دل شکستہ ہوتے ہوئے بھی رخی کو دلاسہ دینے کی کوشش کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا رخی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وہ جو کچھ بھی کرتا ہے ہمارے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے اس کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جان سکتا رخی تم خوشی خوشی اپنی نئی منزل کی طرف قدم بڑھاؤ۔ رخی میری اچھی رخی تم اپنے والدین کی فرمانبردار بیٹی بن کر ان کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔ رخی یوں سمجھ لینا کہ ہم نے ایک حسین سپنا مل کر دیکھا تھا اور سپنوں کا کیا ہے یہ تو ٹوٹ ہی جایا کرتے ہیں۔ اچھی رخی تم بھول جانا کہ کبھی ہماری راہیں ایک تھیں جن پر ہم نے ایک ساتھ قدم بڑھائے تھے آج سے ہماری راہیں جدا کر دی گئی ہیں۔
میں تمہارے ابو کے فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔ کاش اے کاش آج میرے والدین ہوتے تو تمہارے والدین کو رضامند کرنے کی ضرور کوشش کرتے مگر اب تو کوئی چارہ گر بھی نہیں۔ جو کہ ہماری بے چارگی پر ترس کھائے۔ اب تو مجھے ہی تم سے بہت دور کہیں چلے جانا چاہیئے تاکہ تم اپنی نئی زندگی میں خوشیاں سمیٹ سکو۔ میرا کیا ہے میں تمہاری یادوں کو سینے سے لگائے جی لوں گا میں ان مدھ بھرے نغموں کو گنگناتے اپنی زندگی کے دن گذار لوں گا جو گیت کہ ہم دونوں نے مل کر گائے تھے اب ان دنوں کی مہکی یادیں ہی میرا سرمایۂ حیات ہو گا اب مجھے چلے جانا چاہیئے۔ رخی تم سدا خوش رہو۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔ خدا حافظ!
اس نے قدم اٹھائے تو میں تڑپ اٹھی۔ رک جاؤ شانی تمہیں میری قسم مجھے یوں اکیلے چھوڑ کر مت جاؤ میں نے عالم دیوانگی میں شانی کے کوٹ کا کالر پکڑ لیا۔ رخی خود کو سنبھالو کہیں تمہاری آواز میرے قدم نہ ڈگمگا دے اچھی رخی اب تم میرے ارادے متزلزل نہ کرو۔ سوچو اگر میں رک بھی جاؤں تو جانتی ہو اس کا انجام کیا ہو گا؟ رسوائی بدنامی اور موت سے بدتر زندگی۔ کیونکہ اب مجھے یقین دلا دیا گیا ہے کہ میں تمہیں اپنا نہیں سکتا

رخی میں اپنے مالک حقیقی سے دعا کروں گا کہ وہ تمہیں نیک اور پیار کرنے والا شوہر عطا کرے جو تمہاری جھولی کو خوشیوں سے بھر دے تمہارے نصیب میں ہر خوشی اور ہر نعمت لکھ دے۔ اور شوہر کی محبت تمہیں ہر غم سے نجات دلا دے اس کے پیار میں کھو کر تم سارے دکھ بھول جاؤ۔ رخی میری یہ بھی دعا ہے کہ تم جہاں بھی رہو جس کے ساتھ رہو ہر حال میں مجھے بھول جاؤ... اب مجھے اجازت دو اچھا اب اللہ حافظ۔ شانی کی آنکھوں میں نامرادی کی نمی صاف نظر آ رہی تھی۔ یکدم وہ مڑے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے چلے گئے اور میں تصویر بے بسی بنی برستی آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئی میری خوشیوں کے سارے منصوبے اور میرے خوابوں کے تاج محل میرے سامنے گر کر چکنا چور ہو گئے اور ایک دردناک چیخ میرے سینے میں ہی گھٹ کر رہ گئی نجانے کتنی فریادیں ابھریں اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئیں میری آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں میں میری ناکام آرزوؤں اور نامراد تمناؤں کا خون شامل ہو گیا میری کائنات تہ و بالا ہو کر رہ گئی۔ پیارے پھولوں کو ڈال سے توڑ کر مسل دینا تو دنیا کی پرانی ریت ہے۔ میری آرزوئیں میری تمنائیں اور میری خوشیوں کے پھول مرجھا گئے شانی کاش تم جان سکتے تیرے بغیر میری زندگی کتنی ویران ہو کر رہ گئی ہے۔ تم آ کر میرے چہرے کی زردی کو دیکھو تو شائد اپنی رخی کو پہچان بھی نہ پاؤ۔ شانی ان کھوئی کھوئی آنکھوں میں اب بھی شمع انتظار جلتی ہے وہ گلاب کی پتیوں جیسے ہونٹ مرجھا کر سوکھ گئے ہیں لیکن پھر بھی ان سوکھے لبوں پر تمہارا ہی نام ہے میرے دن میری راتیں اب بھی تیری ہیں۔ شانی یہ رخی تمہاری تھی تمہاری ہی ہے اور تمہاری ہی رہے گی کبھی آ کر تو دیکھو... شاہد کا چہرہ شدت جذبات سے دہکتا انگارہ نظر آ رہا تھا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اس کا وجود شعلہ و جوالا بن چکا تھا ڈائری شاہد کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر گئی وہ سوچ رہا تھا تو کیا اب بھی لالہ رخ شانی کی ہے کیا اب بھی اس کے دل و دماغ اس کے جذبات اس کے احساسات اور روح پر شانی کی ہی حکمرانی ہے اور صرف اس کا جسم میرے قبضے میں ہے... لیکن... اب میں اس جسم کو بھی آزاد کر دوں گا میں اب رخی کے جسم کو بھی اپنے پیار کے بندھنوں سے آزاد کر دوں گا... یہ جسم بھی شانی کو ہی ملنا چاہئے... میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے وہ ہذیانی کیفیت میں بڑبڑایا اور اسی لمحے رخی ساڑھی کا پلو سنبھالتی ہوئی اور دوسرے ہاتھ میں پرس جھلاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی مگر آج شاہد نے اس کی آمد پر مسکراہٹوں کے پھول نہیں برسائے

نہ ہی کسی اور طرح خوشی کا اظہار کیا۔ بس خاموش اور سرد نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایک کاغذ کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور جب کاغذ پر اس کی نظر پڑی تو وہ چیخ اٹھی لفظ طلاق طلاق طلاق اس کا منہ چڑا رہا تھا

اور وہ دیوار کے سہارے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ یہ سب کیا ہے؟ یکایک یہ سب کیا ہو گیا ہے اور کیسے ہوا ہے؟؟؟ کتنے ہی سوال اس کے دماغ میں ہتھوڑے برسا رہے تھے اب کیا ہوگا؟

اسی پل بپھری ہوا کا ایک جھونکا کھڑکی کی راہ آیا اور ان کی شادی کی تصویر کا سنہری فریم گرا کر چکنا چور کر گیا بادلوں کی گرج کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اسی وقت شاہد کی گرج دار آواز نے لالہ رخ کو یہ گھر چھوڑ دینے کا حکم سنا دیا۔ اب تم اپنے شانی کے پاس جا سکتی ہو میرے گھر میں اب تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے شاہد نے خشک لہجے میں یہ حکم صادر کر کے منہ پھیر لیا میں اب تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا فوراً سے پیشتر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

لالہ رخ انگشت بدنداں شاہد سے رحم کی ملتجی کھڑی تھی مگر شاہد پھر چیخا کھڑی کیوں ہو؟ جاتی کیوں نہیں؟ نکلو میرے گھر سے! چلو نکلو! شاید غصے میں پاگل ہو چکا تھا وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو چکا تھا۔ اس نے لالہ رخ کو گھر سے باہر دھکیل کر دروازہ بند کر لیا تو وہ رات کی تاریکیوں میں گھر سے بے گھر ہو کر نکل کھڑی ہوئی وہ انجانی منزل کی جانب چلی جا رہی تھی۔ بغیر نشانِ منزل کے وہ آگے بڑھے جا رہی تھی۔ آسمان اس کی بربادی پر زار و قطار رو رہا تھا دھرتی کے سینے میں طوفان اٹھ رہے تھے ہوائیں چیخ چیخ کر بین کر رہی تھیں درخت زمین بوس ہو ہو کر الوداعی سلام کر رہے تھے راہوں میں پڑے پتھروں نے اس کے پاؤں پکڑے مگر وہ سب سے بے نیاز اپنے گھر پر حسرت بھری نظر ڈالتی ہوئی چلی گئی پھر اس کے بعد کوئی نہ جان سکا کہ اس برباد محبت کا کیا انجام ہوا۔

ادھر شاہد نے ماحول کی خاموشی سے گھبرا کر ریڈیو سیٹ آن کر لیا۔ تب ہالا کی پردرد آواز فضا میں ابھری

بے موت گئی تو مر پگلی
جا اور محبت کر پگلی

ریکارڈ پلیئر پر ریکارڈ بجتے بجتے ایک جگہ سوئی اٹک جانے سے ایک گھٹی سی مسلسل بجے جا رہی تھی اسی دم میری آنکھ کھل گئی

میرے فون کی گھنٹی بج رہی تھی میں نے جلدی سے اٹھ کر فون اٹھایا کافی دیر اپنے بچوں سے باتیں کر کے اس بھیانک خواب کے اثرات سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں رہی مگر سچ تو یہ ہے کہ میں اس ڈراؤنے خواب کو کبھی بھلا نہ پاؤں گی نجانے کس کی زندگی کو ڈرامہ بنا کر مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ نجانے اس ڈرامے کے کردار کون لوگ تھے؟؟؟، میرا ان سے کیا واسطہ؟ مجھے کون بتلائے؟ کم از کم میں یہ معمہ حل نہیں کر سکتی۔